

مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ

حقانیہ سے ازھرتک

میرے اس بیرون ملک سفر کے لئے خدا کا فضل و کرم، دارالعلوم حقانیہ کی برکت
حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت حیاتہ کی بابرکت دعائیں، حضرت علامہ استاذنا
المحترم مولانا سمیع الحق صاحب کی خصوصی شفقت، اور ہرادرہم حضرت مولانا عبدالغفور
حقانی کی مخلصانہ رفاقت اسباب بنے۔

ورنہ مجھ جیسے جاہل کانہ تو علمی دنیا میں کوئی کارنامہ تھا جس کی وجہ سے میرا
انتخاب ہونا اور نہ میرے کوئی ایسے تعلقات تھے جس کو میں بروئے کار لا کر ایسی
سعادتوں کو حاصل کر سکتا۔ مادری علمی دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی و مہتمم حضرت
شیخ الحدیث مدظلہ سے نسبت تلمذ، حصول دعا، اور فیض صحبت کی برکت سے یہ
اسباب پیدا ہوئے۔

سفر کی نوعیت | ہمارا یہ سفر اس لحاظ سے عجیب اور دلچسپ سفر تھا جس میں کسی بھی ہمسفر کو ابتداء سے
منزل مراد کا علم نہیں تھا۔ کوئی بھی اس سے واقف نہیں تھا کہ اس نے تین ماہ کے لئے مصر جا کر وہاں کیا کرنا ہے۔ اور
مزے کی بات یہ تھی کہ متعلقہ وزارت یعنی وزارت مذہبی امور کے اہلکار بھی اس اجمالی علم کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں
جانتے تھے۔ کہ ”یہ ایک سہ ماہی کورس ہے جس کا اہتمام جامعہ ازہر نے کیا ہے“

سفر کی غرض و غایت سے ناواقفیت کی بنا پر ہمارے بعض دوست تو بڑے اونچے اونچے خیالات لے کر
ہمارے ساتھ سفر میں شریک ہوئے۔ اندرون ملک اپنے اہم مناصب اور ذمہ داریوں کو چھوڑ کر تین ماہ کے لئے
غازم مصر ہوئے۔ اس میں وہ احباب بھی شامل تھے جنہوں نے قبل ازیں سرزمین مصر کو سرکاری مہمان کی حیثیت سے
دیکھا تھا۔ قاہرہ اور اسکندریہ کے پرتکلف ہوٹلوں میں رہنے کی یاد کو تازہ کرنے کی غرض سے کہولت کے ایام میں
سفر کے لئے تیار ہوئے۔ کچھ دوست ایسے بھی تھے جو کسی وقت سعودی عرب میں ”فاضلی کورس“ میں سچا پس دن کے

لئے شریک ہوئے تھے۔ سعودی حکومت کے فیاضانہ سلوک کی بنا پر اعلیٰ ضیافتوں کے علاوہ ہزاروں ریال سے ان کی خاطر تواضع کی گئی تھی۔ یہ سادہ لوح احباب بھی غلط فہمی کے شکار ہوئے۔ اور مصر کو سعودی عرب کی شب براتیں سمجھنے لگے۔

علاوہ ازیں کچھ ایسے دوستوں کی رفاقت بھی نصیب ہوئی جو آخر عمر اور پیرانہ سالی کے علاوہ دنیاوی کاوشوں میں مستغرق ہونے کی وجہ سے پانچ منٹ کے لئے یکسوئی اور خلوت کا موقعہ نہ پا سکتے۔ لیکن شباب کے کچھ اہم میں یورپ کے مسلم تنظیموں کی دعوتوں پر دیا بغیر سے واقف ہوئے تھے۔ ان رفقاء کے اذمان میں ان تنظیموں کا وہی اکرام و اعزاز وہی آرام اور وہی مراعات راسخ تھے۔ اس لئے حکومت مصر کی دعوت پر لبیک کہنے میں کوئی تاخیر نہیں کی۔ بلکہ وفد میں شمولیت کو اپنے تعلقات اور مراسم کے لئے بطور ایک نظیر کے پیش کرتے چنانچہ دو ہی دن آگے اس سفر کے دوران ایک دوست میرے قریب آکر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ کر فرمانے لگے۔

”مولانا مجھے یقین ہے کہ یہ دورہ ہمارا بہت کامیاب رہے گا۔ اگرچہ قبل ازیں بھی میں مصر آیا ہوں۔ لیکن اس وقت حکومت مصر سے ہمارے ملک کے اچھے مراسم ہیں۔ وہاں مصر میں سفیر پاکستان راجہ ظفر الحق صاحب کی موجودگی اور کچھ دیگر اسباب کی وجہ سے یہیں کسی اچھے ہوٹل میں ضرور ٹھہرائیں گے۔ سیر و تفریح کے لئے گھومنے پھرنے کا بھی باقاعدہ انتظام ہو گا۔“

کافی وقت تک ادیبانہ رنگ میں اس دوست کی یہ تقریریں سننا رہا میں نے بذات خود اس سفر کے متعلق اتنے بڑے خیالات نہیں سوچے تھے۔ بلکہ استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا یہ جملہ میرے ذہن میں مستحضر رہا کہ :-

”مصر جا کر تمہیں طالب علموں کی زندگی گذارنی ہوگی۔ تم لوگ طالب علم بن کر یہاں سے جا رہے ہو۔“

الحمد للہ! استاذ محترم بیرون ملک کافی اسفار کر چکے ہیں۔ اور سفر مصر تو ان کا یادگار سفر ہے۔ اچھا تجربہ ہونے کی بنا پر ان کا یہ جملہ پورے سفر میں میرے لئے حوصلہ افزائی اور رہنمائی کا کام دیتا رہا۔ اور حقیقت بھی یہ ہو کر یہ سفر میرے لئے بالکل طالب علمانہ سفر رہا۔

جامعہ اندھر کے بیرونی طلباء (وافدین) کے لئے متعینہ ہوٹل ”مدینۃ البعث الاسلامیہ“ میں جب ہم پہنچے انتظامی امور کے پیش نظر متعلقہ حکام جب ہمیں مخصوص بلڈنگ (دھارہ) لے گئے تو شکر کار سفر اس عمارہ کو عمارتی آرام گاہ سمجھنے لگے۔ بلند ارادے اور اعلیٰ توقعات کے ہوتے ہوئے جب ان حضرات کو یقینی طور پر یہ معلوم ہوا کہ اگر وہ اس کی سہاہی مدت یہیں گذارنی ہوگی۔ تو ان دوستوں کی حالت غیر ہو گئی۔ لمبی تمنائیں اور آرزوئیں جب خاک میں مل گئیں تو معلوم نہیں اندرونی کیفیت کیا اور کتنی اضطراب انگیز ہوگی جب کہ بظاہر حالت یہ رہی کہ عصر کی نماز کے لئے جب ہم

مدینۃ الہیوت کی جامع مسجد میں گئے تو بعض اجباب نماز میں قصر کا ارادہ کرتے تھے۔ ان کو یقین ہو گیا کہ تین مہینوں کے یہاں ٹھہرنا ابھی مشکل ہے۔ جب رہنا ہی نہیں تو اقامت کی نیت کیسے کریں لہذا قصر پڑھنی چاہیے۔

سفر کے مقاصد | قاہرہ جا کر اس سفر کے مقاصد سے ہم واقف ہوتے۔ جمہوریہ عربیہ مصر میں جامعہ ازہر کو مذہبی یونیورسٹی ہونے کی وجہ سے ایک اہم مقام حاصل ہے۔ امام و خطیب جس کا جامعہ ازہر سے تحصیل علم اور فاضل و صاحب سند ہونے کا رشتہ نہ ہو اس کے لئے مشکل ہے کہ کسی مسجد میں امامت و خطابت کا فریضہ ادا کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ ازہر خود خطیار اور ائمہ کرام کی تربیت میں ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔ اسی بنا پر جامعہ نے ملکی خطیار اور ائمہ کے لئے ایک کورس کا اہتمام کیا جس میں سرکاری خطیار نمبر سے شریک ہو کر مستفید ہوتے رہتے۔ وقفے وقفے سے یہ کورس چند مہینے جاری رہتا۔ خطیار اور ائمہ دور دور کے محافظات سے اس کورس میں شرکت کے لئے سفر اختیار کرتے۔ ملکی سطح پر کورس کی کامیابی، فوائد اور اچھے تاثرات کو دیکھ کر جامعہ ازہر نے کورس کا یہ سلسلہ وسیع کر دیا۔ اور اس کا دائرہ دیگر اسلامی ممالک تک بڑھا دیا۔

شعبہ ”البحرۃ العلیا للادۃ الاسلامیہ“ نے اس کورس کی نگرانی اور جملہ امور کی ذمہ داری قبول کی۔ اس کورس کا نام انہوں نے ”دورہ تدریسیہ للائمہ والوعاظ والدعاة“ رکھا۔ بیرونی ممالک کے ائمہ اور خطیار کے لئے آنے جانے کے ہوائی ٹکٹ کے علاوہ وہاں پر قیام و طعام اور سچاس پونڈ (جنیدہ) بطور جیب خرچ کی ادائیگی کے لئے جامعہ ازہر ہی ذمہ دار مقرر ہے۔

اس دورہ میں متعدد اسلامی ممالک کے ائمہ اور خطیار مصر کی حکومت کی دعوت پر شریک ہوئے۔ ان ممالک میں ایشیا، پاکستان، ملائیشیا، برونائی اور افریقہ سے لائبریا، نائیجیریا اور سینگال کے ائمہ و خطیار شریک ہوئے۔ جیب سا منظر نظر آیا۔ ایک طرف پاکستانی علماء کرام وضع و قطع میں مذہب پسندی ظاہر کرتے ہوئے شلو اور اور کرتے کے علاوہ پاکستانی علماء کے مخصوص لباس میں نظر آئے۔ جب کہ ملائیشیا اور برونائی کے علماء پنیٹ و تیلون پہن کر صفت ائمہ و خطا میں شہا ہوتے۔ افریقہ کے علماء پنیٹ و تیلون کے علاوہ خاص محل اور مجالس میں بغیر آستینوں کے لمبے لمبے کرتے پہنے نظر آئے۔

اس کورس کا بنیادی مقصد ائمہ اور خطیار کو تربیت دینا تھا۔ منصب امامت و خطابت کا احساس دلا کر علماء کو اپنے فریضہ منصبی کی یاد دہانی کرنی تھی۔ اس کورس میں اساتذہ نے کوئی خاص علمی مسائل نہیں چھیڑے اور نہ کسی خاص مسئلہ کی تہ میں جانا مناسب سمجھا۔ بلکہ واعظانہ اور خطیبانہ رنگ میں متعلقہ موضوع پر بحث کرتے جن موضوعات کو کورس میں بحث کے لئے متعین کرتے اساتذہ کے حوالے کیا گیا تھا وہ مندرجہ ذیل تھے:-

الاستشراق و اہرافہ نشاۃ المذاہب التبشیر و اہرافہ باقی صفحہ ۵۹ پر